ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی

خلیفہ عبدالحکیم ایران میں

اقبال اور رومی میں دلچسپی لینے والے کم و بیش خلیفہ صاحب کے نام سے آشنا ہیں اور راقم کو بھی خلیفہ مرحوم سے دور کی آشنائی تھی۔ اپریل ۱۹۵۲ء میں خلیفہ صاحب یورپ سے آتے ہوئے تہران میں اترے۔ ان دنوں راجہ غضنفر علی خاں ایران میں پاکستان کے سفیر تھے اور خلیفہ صاحب کی غالباً ان سے دیرینہ ملاقات تھی۔ راجہ صاحب نے مجھے بلا کر کہا کہ پاکستان کے ایک بہت بڑے فیلسوف اور عالم تہران آئے ہیں اور چونکہ میرے ہاں ان کے لیے رہائش کی مناسب جگہ نہیں اس لیے میں انہیں اپنے پاس ٹھہرا لوں۔ معزز مہمان کے نام سے تو آشنائی تھی مگر ان کی عادات، طبیعت، اخلاق اور دیگر شخصی خصوصیات کے متعلق کسی قسم کا علم نہ تھا۔ میں خلیفہ صاحب کو اپنے ہاں لے آیا لیکن ان کی ظاہری شخصیت اور باطنی عظمت سے یقیناً مرعوب تھا اور مجھے اپنے اور اپنے وسائل پر پورا یقین تھا کہ میں ان کی خاطر خواہ خدمت اور دیکھ بھال کر سکوں گا۔ بہر حال خلیفہ صاحب میرے ہاں تشریف لے آئے اور یہ دن اپنی معنوی اہمیت اور اپنے دوررس ادبی اور علمی اثرات کے لحاظ سے میرے لیے ایک تاریخی دن تھا۔

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں مجھے خلیفہ صاحب سے صرف نہایت دور کی آشنائی تھی وہ بھی صرف ان کے نام تک محدود تھی۔ لیکن ابھی چند منٹ بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ میں یہ محسوس کرنے لگا کہ یہ تو میرے پرانے دوست اور رفیق ہیں۔ خلیفہ صاحب کا بشاش، خوش قیافہ چہرہ اور نہایت ہی بے تکلف طرز گفتار اور ان کا محبت آمیز خلوص 'من و تو' کے تمام مراحل طے کر چکا تھا۔

پروگرام کے مطابق ان کا قیام یہاں غالباً صرف ایک دن تھا۔ اور اب میری انتہائی آرزو یہ تھی کہ ان کا قیام کچھ طویل ہو جائے مگر اس آرزو کے بر آنے کی بظاہر کوئی امید نہ تھی کیونکہ اگلے ہوائی جہاز میں ان کی سیٹ ریزرو ہو چکی تھی مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ موسم بہار کی بارش اور متغیر ہواؤں نے مزید تین دن خلیفہ صاحب کو تہران میں روکے رکھا اور ان مختصر سے تین دنوں میں وہ کئی دلچسپ اور دل انگیز یادگاریں یہاں چھوڑ گئے اور کچھ اپنے ہمراہ لے گئے۔ میں اس ضمن میں یہاں کی بعض شخصی ملاقاتوں کا ذکر ضروری خیال کرتا ہوں محض زیب داستان کے لیے نہیں

بلکہ ان تاثرات اور اثرات کے پیش نظر جو بعد میں مختلف طور پر نتیجہ خیز ثابت ہوئے۔

۲۱۔ اپریل کو سفارت خانہ پاکستان میں یوم اقبال کی تقریب تھی اور ایران کے علما، فضلا اور ادبا بڑی تعداد میں جمع تھے۔ جلسہ کے صدر علامہ علی اکبر دہ خدا مرحوم تھے۔ دہ خدا ایران معاصر کی بلند ترین علمی، اور ادبی شخصیتوں میں سے تھے اور ان کی بے مثل تالیف لغت نامہ (جو فارسی زبان میں دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے) شرق و غرب میں معروف ہے۔ علامہ مرحوم نے اپنے صدارتی خطبہ میں اقبال کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ سیاسی غلامی سے ذہنی اور فکری غلامی خطرناک تر ہوتی ہے اور اقبال نے انسان کو ذہنی غلامی اور فکری فساد سے نجات دینے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ اقبال کا تمام اہل شرق پر احسان ہے۔ خلیفہ صاحب پر ایران کے ہشتاد سالہ عالم اور نہضت مشروطہ کے مجاہد کے الفاظ کا بہت اثر ہوا۔ اور مجھ سے کہا کہ میں علامہ دہ خدا سے خصوصی طور پر ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ان سے ملاقات ہوئی جس کا ذکر بعد میں آئے گا

اسی جلسہ میں خلیفہ صاحب نے فی البدیہ اقبال پر فارسی زبان میں تقریر کی جس میں حاضرین کو بتایا کہ اقبال نے ملا اور اس کی گمراہی پر نکتہ چینی کی ہے۔ اس تقریر میں، جو خلیفہ صاحب کی فارسی زبان میں پہلی تقریر تھی، نہایت دلچسپ لطیفے اور داستانیں بیان کیں۔ اگرچہ ان کا تلفظ اور لہجہ ایرانی نہیں تھا لیکن وہ الفاظ کو نہایت صاف صاف اور علیحدہ ادا کرتے تھے جس سے حاضرین کو سمجھنے میں کوئی مشکل نہ تھی۔ سارا ہال قہقہوں سے گونج رہا تھا۔ یہ تقریر باقی پروگرام کے ساتھ ریڈیو تہران سے تمام ملک میں ریلے بھی کی گئی اور پڑھے لکھے لوگوں میں اس کا خاطر خواہ اثر ہوا کیونکہ ایران میں بھی کم و بیش وہی حالات موجود ہیں جن کی اقبال نے تنقید کی ہے

جلسہ کے دوسرے روز میں علامہ دہ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ خلیفہ صاحب آپ کی خدمت میں ملاقات اور عرض ارادت کے لیے حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ علامہ کی صحت ایک مدت سے خراب تھی اور وہ بہت کم گھر سے نکلتے تھے۔ بڑھاپے اور علالت کی وجہ سے ان کے لیے حرکت کرنا بھی مشکل تھا۔ میری بات سن کر فرمایا کہ میں بیمار اور بوڑھا ہوں مگر ہماری قدیم ایرانی وضع داری اور مہمان نوازی کا تقاضا یہ ہے کہ میں خود ایسے بلند مقام دانشمند کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میں یہ گوارا نہیں کروں گا کہ وہ میرے پاس آئیں۔ میں نے کہا کہ میرے لیے اور خلیفہ صاحب کے لیے آپ کا قدم رنجہ فرمانا باعث فخر ہے۔ علامہ دہ خدا میرے ہاں تشریف لائے۔ ان دو عظیم شخصیتوں کی ملاقات میری نظر میں ایک مہم تاریخی واقعہ تھا۔ اتفاق سے ایران کے چند ایک اور ادیب اور شاعر بھی تشریف لے آئے تھے۔ میں نے فوٹو گرافر کو ٹیلیفون کیا اور اس نے چند تصویریں لیں۔ ان میں سے ایک گروپ کی تصویر میرے پاس تھی جو فارسی مجلہ ہلال میں چھپ چکی ہے۔

خلیفہ صاحب سے ملاقات اور گفتگو کا علامہ دہ خدا پر بہت اچھا اثر ہوا۔ علامہ دہ خدا بھی مولانا روم کے مداحوں میں سے تھے اور خلیفہ صاحب کی باتیں نہایت توجہ سے سنتے رہے اور پاکستان میں ان کی دوستانہ دلچسپی میں اضافہ کی بڑی وجہ خلیفہ صاحب سے ملاقات تھی۔

مجھے اس سے پہلے معلوم نہ تھا کہ خلیفہ صاحب نے رومی اور اسلامی ادبیات کا اتنا وسیع اور اتنا گہرا مطالعہ کیا ہے اور فلسفۂ شرق و غرب پر ان کو اتنا عبور ہے۔ اس کے علاوہ انہیں بے شمار فارسی اشعار یاد تھے اور مناسب موقعہ پر ان اشعار کو پیش کرتے تھے۔ قیام کے تیسرے دن کی شام کو کچھ وقت مل گیا اور میں نے خلیفہ صاحب سے کہا کہ اگر ممکن ہو تو آپ کو پروفیسر بدیع الزمان فروزانفر سے مل لینا چاہیئے۔ پروفیسر فروزانفر ایران میں بلکہ دنیا بھر میں رومی کے سب سے بڑے محقق اور مفسر سمجھے جاتے ہیں اور میرا دل گواہی دیتا تھا کہ یہ ملاقات ہمارے آیندہ ادبی اور علمی تعلقات کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ میں نے فروزانفر صاحب کو ٹیلیفون کیا کہ ہم چند منٹ کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ ضمناً میں نے ان کو کہہ دیا کہ خلیفہ صاحب برصغیر میں سب سے بڑے رومی کے محقق ہیں اور سب سے پہلے رومی کے فلسفہ پر جو کتاب لکھی گئی ہے انہی کے قلم سے ہے۔ ٹیلیفون محض اطلاع کے لیے کیا تھا خلیفہ صاحب کو لے کر مغرب کے کچھ بعد ہم پروفیسر فروزانفر کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ان دو عظیم المرتبت شخصیتوں کی گفتگو میرے لیے سرور روح تھی۔ چند منٹ کی مختصر ملاقات میں ان دو عالموں اور ان کے وسیلے سے دو ہمسایہ ملکوں کے ادبی اور علمی حلقوں کے درمیان ایک گہرا رشتہ قائم ہو چکا تھا۔

خلیفہ صاحب کے قیام تہران کے دوران کا ایک اور دلچسپ اور نتیجہ خیز واقعہ ان کی لیڈی ڈاکٹر نگینہ کاظمی سے ملاقات ہے۔ مارچ سنہ ۱۹۵۲ء میں بیگم لیاقت علی خاں کی طرف سے کئی ممالک کی خواتین کو اپوا (A PWA) کے بین الملّی جلسہ میں شرکت کے لیے دعوت دی گئی۔ ایران کی طرف سے بھی کافی تعداد میں خواتین نے شرکت کا ارادہ اور وعدہ کیا۔ مگر عین وقت پر معلوم ہوا کہ مختلف وجوہات کے باعث سب نے پاکستان جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ ہم سفارت کی طرف سے کئی ایک نام بھجوا چکے تھے اور اس پہلے مہم بین الملی جلسہ میں ایران کی طرف سے اب ایک خاتون بھی جانے کو تیار نہ تھی۔ جب صرف ایک دن باقی رہ گیا تو سفیر کبیر کے ایما سے میں ڈاکٹر کاظمی کے ہاں گیا اور کہا کہ ایران کی غیبت ہم سب کے لیے افسوس ناک ہوگی۔ دو ہمسایہ ملکوں کے درمیان اتنے تعلقات ہوتے ہوئے کم از کم ایک خاتون کو جلسہ میں شرکت کرنی چاہیئے۔ یہاں اس بات کا ذکر کر دینا لازم ہے کہ اس زمانے میں ہمارے ایران سے تعلقات تو دوستانہ تھے مگر حالات موجودہ حالات سے بہت مختلف تھے۔ ایران کی دوستی حاصل کرنے کے لیے کئی ممالک میں رقابت تھی اور اغلب دعوتیں جو ایرانیوں کو بیرونی ممالک سے آتی تھیں

ان کا تمام خرچ دعوت دینے والے ملک کے ذمہ ہوتا تھا گر اپوا کے جلسہ میں ایران سے لاہور کا خرچ شرکت کرنے والی خاتون کے ذمہ تھا یا اس مدعو ملک کی حکومت کو ادا کرنا تھا۔ حکومت کا جہاں تک تعلق ہے انسے اس جلسہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بہرحال کچھ گفتگو اور بحث تمحیص کے بعد میں نے ڈاکٹر کاظمی کو شرکت اور ان کے والد محترم پروفیسر کاظمی کو اجازت دینے پر آمادہ کر لیا۔ دوڑ دھوپ کے بعد ہمارے ہم کار ملک محمد اکرام نے اپنی بیگم کو جو لاہور میں موجود تھیں بذریعہ تار اس محترم خاتون کی آمد کی اطلاع دے دی تاکہ وہ مناسب طور پر ان کا استقبال اور رہائش وغیرہ کا انتظام کر سکیں۔ لاہور میں قیام کے دوران میں ایرانی مہمان کا وہاں کے علمی وادبی حلقوں اور پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ اور دیگر فارسی دوست لوگوں سے تعارف کرایا گیا جس کا بہت اچھا اثر ہوا چنانچہ ڈاکٹر بچکینہ کاظمی جب تہران واپس آئیں تو ہر لحاظ سے پاکستان اور خاص کر خواتین پاکستان کی گرویدہ تھیں۔ ڈاکٹر کاظمی نے خود بخود "انجمن بانوان ایران" میں ایک جلسہ کا انتظام کیا اور سفارت کے اراکین کو شرکت کی دعوت دی۔ ہمارے لیے ان ابتدائی مراحل میں یہ ایک غیر مترقبہ موقع تھا اور میں نے خلیفہ صاحب سے کہا کہ مناسب ہوگا اگر وہ بھی اس جلسہ میں شرکت کریں خلیفہ صاحب نے نہایت خوشی اور اشتیاق سے دعوت قبول کی اور کہا کہ ایسے موقعوں پر پاکستانیوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کرنی چاہیئے

سفارت کے ایک اور آفیسر افضل اقبال (جن کو ایرانی ادبیات میں غیر معمولی دلچسپی ہے) بھی ہمارے ہمراہ اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ ہم جلسہ میں بہت دیر سے پہنچے اور جب ہال میں داخل ہوئے تو کافی انتظار کرنے کے بعد ڈاکٹر کاظمی تقریر شروع کر چکی تھیں اور ہال میں کوئی پاکستانی موجود نہ تھا ہمارے آنے کے بعد ڈاکٹر نے مختصر طور پر اپنی تقریر کو دہرایا اور تقریباً ایک گھنٹہ تک پاکستانیوں کے خلوص ان کی ایران دوستی اور فارسی زبان میں دلچسپی کے متعلق تقریر کی۔ یہ پہلی تقریر تھی جو عورتوں کے جلسہ میں پاکستان کے بارے میں کی گئی اور حاضرین نے نہایت دلچسپی سے اس تقریر کو سنا خلیفہ صاحب پر مقرر خاتون کی سادگی بیان اور پاکستان سے ان کی گہری ہمدردانہ دلچسپی کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے ڈاکٹر کاظمی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی پرخلوص تقریر کی تعریف کی اور کہا کہ آپ کی تقریر ایرانی خواتین میں پاکستان کے متعلق دلچسپی پیدا کرنے میں بہت موثر ثابت ہوئی ہے اور میں آپ کے خلوص اور ہمدردی سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ میرے دل میں ایران کی اور بالخصوص ہر ایرانی خاتون کی عزت بڑھ گئی ہے۔ خلیفہ صاحب تو واپس پاکستان چلے گئے لیکن ڈاکٹر کاظمی سے ان کی ملاقات اور باتوں کا یہ اثر ہوا کہ وہ پاکستان کی نہایت مخلص دوست بن گئیں اور ۱۹۵۲ء میں جب انجمن فرہنگی ایران و پاکستان کی طرف حکومت کی کوئی توجہ نہ تھی، ڈاکٹر کاظمی نے اس انجمن کا انتظام اور خرچ اپنے ذمے لیا اور تقریباً تین سال بہت مفید خدمت انجام دیتی رہیں۔ خلیفہ صاحب پر اس

نیک دل خاتون کی بے لوث خدمت کا جو اس نے کئی سال شخصی اور نجی حیثیت سے اور حکومت ایران یا پاکستان کی طرف سے کسی قسم کی ہمت افزائی یا تشویق کے بغیر انجام دیں گہرا اثر تھا اور انہوں نے ڈاکٹر کاظمی کو فروری ۱۹۵۷ء میں پاکستان آنے کی دعوت دی۔ ڈاکٹر کاظمی نے دس روز مغربی پاکستان کا دورہ کیا۔ لاہور میں انہوں نے خلیفہ صاحب کے ہاں ہی قیام کیا اور نہایت اچھے تاثرات لے کر واپس ہوئیں۔

دسمبر ۱۹۵۶ء میں لاہور یونیورسٹی کے زیر اہتمام بین الملی اسلامی مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی جس میں ایران کے چند علمائے جن میں ڈاکٹر رضا زادہ شفق، پروفیسر سعید نفیسی اور پروفیسر فروز انفر بھی شامل تھے شریک ہوئے۔ مذہبی معاملات میں خلیفہ صاحب کی طبذا وسیع نظر اور مشرق و مغرب کے فکری اور ادبی علوم سے گہری آشنائی سے یہ سب علما متاثر ہوئے۔ ڈاکٹر شفق سے خلیفہ صاحب کی ملاقات یورپ امریکہ اور دیگر بین الملی مجالس میں بھی ہوئی اور ڈاکٹر شفق ان کے شخصی اخلاق اور وسعت مطالعہ کے بڑے مداح ہو گئے۔

جب خلیفہ صاحب کی ناگہانی موت کی خبر ایران پہنچی تو ان کے صدہا جاننے والوں کو بہت رنج ہوا۔ انجمن فرہنگی ایران۔ پاکستان کی طرف سے پاکستان کے اس عالی قدر عالم اور ادیب کی یاد میں ایک جلسہ ہوا جس میں تہران کے علما و فضلا و شعرا نے شرکت کی۔ ایران کے بلند پایہ شاعر آقائے صادق سرمد نے اس جلسہ کی صدارت فرمائی۔

جلسہ کے صدر آقائے سرمد نے اس انداز سے سلسلۂ کلام کا آغاز کیا:-

انسان بہر مقام و بہر شان رتبتے است ۔۔۔ بر خوان زندگانیش از مرگ قسمتے است
حکم ممات بر سر بازیچۂ حیات ۔۔۔ حکم طبیعت است و بحکم مشیتے است
کس را مجال نیست کہ گریزد از اجل ۔۔۔ گر عادل است آجل حتمی فضیلتے است

(انسان کسی مقام، کسی شان اور کسی رتبے کا حامل ہو، جب زندگی کا خوان اس کے لیے آراستہ کیا جاتا ہے تو لامحالہ اسے موت کا ذائقہ ضرور چکھنا پڑتا ہے ـــــ بشری تقاضا یہی ہے کہ موت اس لہو و لعب کی زندگی کا سلسلہ منقطع کر دے مشیت ایزدی بھی یہی ہے ـــــ موت سے گریز و فرار کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ خواہ جلد آئے یا بدیر موت قدرت کا ایک اٹل قانون ہے)

آج کی رات پاکستان کے عالی مقام مفکر اور ممتاز و مشہور شخصیت خلیفہ عبدالحکیم کی روح پرفتوح کی مبارک پرواز کے اعزاز میں انجمن نے یہ جلسہ منعقد کیا ہے جس میں شعرا و خواتین رونق افروز ہیں۔ خلیفہ عبدالحکیم مرحوم نے اسلامی فضائل و کمالات کے مکتب میں تربیت پائی تھی اور جب تک آپ اس دنیا میں رہے علم و فضل کے موتی بکھیرتے اور لٹاتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج جب کہ آپ اس دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں، آپ کے علم و فضل کی

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں ۔ دنیائے فضل و کمال کی نظر آپ پر اور آپ کی نظر دنیائے فضل و کمال پر ہے ۔

اگرچہ اس نوع کی شخصیتوں کی ابدی زندگی کا آغاز موت سے ہوتا ہے لیکن جہاں تک ان کے مادی آثار اور عالم انسانی کی حرماں نصیبی کا تعلق ہے ، ملت کے کسی ممتاز فرد کی رحلت کا احساس دل و دماغ پر گہرے اثرات چھوڑ جاتا ہے :

آرے کسیکہ خدمت امت مرام اوست ۔۔۔ مرگش نہ مرگ یک تن و بل مرگ امتے است

(جس کی زندگی کا نصب العین قوم کی خدمت رہا ہے اس کی موت کسی ایک فرد کی موت نہیں بلکہ پوری قوم کی موت ہے)

خلیفہ عبدالحکیم نے خدمت اسلام اور ایران و پاکستان کے ثقافتی روابط کی توسیع کے سلسلے میں پوری عمر بسر کی ہے لہذا موصوف کی رحلت سے ہمارے ثقافتی روابط اور عالم اسلام میں رخنہ پڑ گیا ہے میں ایران و پاکستان میں دو بار موصوف کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں آپ کا شمار ان حکمائے اسلام میں ہوتا ہے جن کی اسلام کے حقائق و معارف پر گہری نظر تھی اور آپ پر یہ حقیقت بخوبی روشن تھی کہ اسلام وہ دین ہے جس کی اعلیٰ تعلیمات درس حیات دیتی ہیں ۔ رشد و ہدایت کا سرچشمہ اور انسان کی صلاح و فلاح کا وسیلہ بھی یہی تعلیمات ہیں اور ان کے کمال میں کوئی کلام نہیں ۔

مرحوم خلیفہ عبدالحکیم کی یہ کوشش رہی ہے کہ اپنے ادارہ تصنیف و تالیف (ادارہ ثقافت اسلامیہ) کی سرپرستی میں ایسی جدید تصنیفات منظر عام پر لائیں جو ملت اسلامیہ کی عزت و ناموس کے دامن پر دشمنان اسلام کے توہمات کی گرد نہ جمنے دیں اور اسلام کے احکام و قوانین ٹھیک اسی انداز اور اسی نہج پر دنیا کے سامنے پیش کریں جو عہد نبوت میں خود رسول کریمؐ کا معمول رہا ہے ۔ یقیناً ایسی عظیم الشان شخصیت کی رحلت باعث صد افسوس و ملال ہے ۔

لاجرم در مرگ اہل معرفت ۔۔۔ گفت باید "اے دریغا عالمے"

کسی حق شناس کی موت پر بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم یہ کہیں "آہ ! عالِم کی موت عالَم کی موت ہے"۔

صدر جلسہ کی تقریر کے بعد ایران کے مشہور مفکر استاد ڈاکٹر شفق نے جو بین الملی کانفرنسوں میں مرحوم خلیفہ صاحب کے رفیق رہے ہیں تقریر کی اور خلیفہ صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ چار سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ بیروت میں اسلامی و مسیحی انجمن کا اجلاس منعقد ہوا تھا اس اجلاس کے شرکاء میں سے میں نے ایک بزرگ شخصیت کے نام و مقام کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا جب مجھے اس کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ شخصیت فضل و دانش کا پیکر اور تبحر علمی کا حامل ہے ۔ میں نے چاہا کہ زبان حال سے یہ کہوں :

می شنیدم کہ جان جانانی ۔۔۔ بینم اکنوں ہزار چندانی

(ترجمہ: میں سنا کرتا تھا کہ تو جانِ جاناں ہے لیکن اب جو میں تجھے دیکھتا ہوں تو ہزار گنا زیادہ پاتا ہوں) موصوف کی طلاقتِ لسانی اور وسعتِ علم و آگاہی نے اس مختصر سی مدت میں نہ صرف مجھے بلکہ ایک جماعت کو پاکستان کے اس نامور مفکر خلیفہ عبد الحکیم کی عظیم الشان شخصیت کا قائل کر دیا تھا۔ رنج و ملال کی انتہا ہے کہ آج موصوف کی وفات حسرت آیات کی خبر وحشت اثر نے ان کے تمام مخلص دوستوں کو غم و اندوہ سے دوچار کر دیا ہے۔

حقیقت میں خلیفہ عبد الحکیم، حکیم تھے اور ہمیشہ ان کے آثار و افکار سے حکمت کی روح ٹپکتی تھی۔ مرحوم کی نمایاں خصوصیت بردباری تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ موصوف کو دیگر اقوام کے افکار و خیالات سے بھی اچھی خاصی واقفیت تھی۔ آپ پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکارا ہو چکی تھی کہ حقیقت ایک ہے البتہ ظاہر میں اس کی شکلیں اور ہیئتیں مختلف ہیں۔ اختلافات و نزاعات جو مختلف اقوام و ملل میں پائے جاتے ہیں فروع میں ہیں اصول میں نہیں۔ مسجد ہو یا بیت خانہ ہر مقام جلوہ گاہ کبریا اور مرکزِ عشق ہے۔ موصوف کی یہی بلند خصلت تھی جس نے انہیں تمام اقوام کے ساتھ رواداری اور ملاطفت پر آمادہ کیا تھا۔ آپ ان کے عقائد اور ان کی تعلیمات کے بارے میں نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ ذوقِ سماعت کا ثبوت دیتے۔ ہر شے پر اس کی تہ میں ڈوب کر نظر ڈالتے، موصوف کی نظر ظاہر سے زیادہ باطن، پوست سے زیادہ مغز اور ریت سے زیادہ دانے پر ہوتی تھی۔ آپ کی چشمِ امتیاز سے کوئی شے چھپی ہوئی نہ تھی۔

اگر کوئی اس واجب الاحترام مفکر کی تصنیف لطیف 'عقیدۂ اسلامی' کا جس میں عقائدِ اسلام کے اصول کے ضمن میں اہم مباحث آئے ہیں، لمعانِ نظر سے مطالعہ کرے تو اس پر موصوف کے فضل و کمال اور علم و دانش کی حقیقت بخوبی واضح ہو جائے گی اور اسے یہ اندازہ ہوگا کہ ان کے انتقال سے علوم و معارف کی دنیا کتنے عظیم نقصان سے دوچار ہوئی ہے۔ موصوف کی ایک دوسری گرانقدر تالیف جس سے ژرف نگاہی اور تنویرِ فکر کی شہادت ملتی ہے بلاشک و شبہ وہ ہے جو آپ نے 'اسلام اور کمیونزم' کے موضوع پر سپردِ قلم کی ہے۔ اس تالیف میں موصوف نے ہر دو دینی و دنیاوی مکاتبِ فکر کی علمی حقیقت بے نقاب کی ہے، باریک نکات بڑی خوبی سے بیان کیے ہیں اور ان مسائل کی گرہیں جو بہت کچھ الجھے ہوئے تھے کھول کر رکھ دی ہیں۔

اختصارِ بیان کے باوجود میں مرحوم کے اس علاقے کے بارے میں کچھ کہے بغیر نہیں رہ سکتا جو آپ کو ایران اور ایرانی فلسفہ و ادب سے تھا۔ نہ صرف یہ کہ موصوف نے اردو زبان میں مولانا جلال الدین رومی پر ایک کتاب تحریر کی ہے یا دوسری تحریریں اس سلسلے میں سپردِ قلم کی ہیں بلکہ آپ ہمیشہ ہماری ملت اور ہمارے ملک کے بارے میں مہر و مروت اور لطف و کرم سے اظہارِ خیال فرماتے تھے گفتار و رفتار سے اس تعلقِ خاطر کی غمازی ہوتی تھی۔

اکثر و بیشتر یہ مفکر پاکستان، ایران و پاکستان کی ملتوں کو معناً ایک ہی ملت قرار دیتے تھے اور ہمیشہ یک جہتی، ہم آہنگی اور یگانگی موصوف کا موضوع سخن رہتا تھا۔

افسوس! صد افسوس!! یہ گنجینۂ علم و معرفت بے سر و سامانی کے عالم میں ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ میں برادران پاکستان کو پیغام تعزیت دوں یا خود کشور ایران کے باشندوں کو۔ نہ صرف ایران و پاکستان کی ملتیں بلکہ تمام ملتیں خلیفہ عبدالحکیم کے حادثۂ ارتحال سے غم زدہ و اندوہگیں ہیں۔

خدایا! مرحوم کو بہشت جاوداں میں جگہ دے۔ مرحوم کے گرامی قدر خاندان اور احباب و تلامذہ کو اس مصیبت عظمیٰ میں صبر و تحمل کی توفیق عطا کر۔

اس کے بعد راقم الحروف نے مرحوم خلیفہ صاحب کی زندگی، عظمت فکر اور علمی آثار پر شرح و بسط کیساتھ اظہار خیال کیا نیز مرحوم کے سفر ایران سے متعلق جو قابل ذکر حالات تھے ان پر بھی روشنی ڈالی پھر ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی گرانقدر تالیف "حکمت رومی" سے چند اقتباسات کا فارسی میں ترجمہ کیا تاکہ حاضرین اس سے استفادہ کرسکیں حاضرین نے یہ ترجمہ پوری توجہ کے ساتھ سنا۔ آخر میں میں نے خلیفہ صاحب مرحوم کے متعلق اپنے احساسات ایک نظم کی شکل میں پیش کیے جو درج ذیل ہے:

ای حکیم اسے مایۂ دانش وران	ایکہ بودی افتخار دوستان
ای دریغ آں گرمی گفتار تو	ای دریغ آں کلک گوہر بار تو
از دم تو امتزاج دل نشین	یافت فکر شرق یا مغرب زمین
حرف تو از عشق و از بازار عشق	فکر تو دانندہ اسرار عشق
بہر تبلیغ محبت ہر زمان	گاہ جفت شرقیاں گہ غربیاں
تو بہر جمعیتی تا نالاں شدی	بہر انسان چشم تو گریاں بدی
قال تو مارا زبان حال بود	یادگار رومی و اقبال بود
اسے حکیم اسے ہم نشین اولیا	مرگ تو گامیست در راہ بقا
اسے حیات عاشقان در مردگی	دل نیابی جز کہ در دل بردگی